۱۲

خلیفہ وقت کی مجلس میں بیٹھنے والوں کیلئے چند ضروری آداب

(فرمودہ ۲۱ - اپریل ۱۹۳۳ء)

تشہد، تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

چونکہ ہماری جماعت خدا تعالیٰ کے فضل سے روز بروز بڑھ رہی ہے اور نئے اور پرانے ہر قسم کے دوست قادیان میں آتے رہتے ہیں، یہاں کے باشندوں کی تعداد بھی اب اتنی ہوچکی ہے کہ وہ اس بات کے محتاج ہیں کہ وقتاً فوقتاً ان کی تربیت کا خیال رکھا جائے- کیونکہ انہیں دینی کتب کے پڑھنے، دینی باتیں سننے اور دینی تربیت حاصل کرنے کا بوجہ کثرت آبادی اتنا موقع نہیں ملتا جتنا پہلے ملا کرتا تھا، اس لئے آج کا خطبہ مَیں اس امر کے متعلق پڑھنا چاہتا ہوں کہ جو دوست اُس مجلس میں شامل ہوتے ہیں جس میں مَیں موجود ہوتا ہوں، ان کو کیا طریقِ عمل اختیار کرنا چاہیئے- پہلی بات جو ہمارے دوستوں کو مدنظر رکھنی چاہیئے یہ ہے کہ مجھ سے ملنے والے نہ صرف احمدی ہوتے ہیں بلکہ غیراحمدی، ہندو، سکھ اور عیسائی ہر قسم کے لوگ ہوتے ہیں- پھر احمدیوں میں سے نئے بھی ہوتے ہیں اور پرانے بھی- سمجھدار طبقہ کے بھی ہوتے ہیں اور کم سمجھ کے بھی- واقف بھی ہوتے ہیں اور ناواقف بھی- ایسے لوگوں کی گفتگوئیں کبھی علمی رنگ کی ہوتی ہیں اور کبھی کج بحثی والی، کبھی ان میں تحقیق حق مدنظر ہوتی ہے اور کبھی محض چھیڑخوانی مقصد ہوتا ہے- مگر خواہ کوئی بھی مقصدومدعا ہو، دو باتیں ہیں جو ہماری جماعت کے ان لوگوں کو جو اس مجلس میں موجود ہوں مدنظر رکھنی چاہئیں- اور جو مجھے افسوس ہے کہ بعض اوقات دوستوں کے مدنظر نہیں رہتیں-

اول تو یہ کہ جب کوئی کلام امام کی موجودگی میں کرتا ہے اور امام کو مخاطب کرکے کرتا ہے تو دوسروں کا حق نہیں ہوتا کہ وہ خود اس میں دخل دیں اور مخاطب کو خود اپنی طرف مخاطب کرکے اس سے گفتگو شروع کردیں۔ علاوہ اس کے کہ یہ عام آداب کے خلاف ہے' دشمن کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے کہ امام خود جواب نہیں دے سکتا اور اس کے معتقدین کو ضرورت پیش آتی ہے کہ اس کے حملہ کو اپنے اوپر لے لیں۔ چنانچہ ایک دوست کی ایسی ہی سادگی کی وجہ سے ایک دفعہ مجھے یہ بات بھی سننی پڑی۔ کوئی صاحب اعتراض کررہے تھے کہ ایک جوشیلے احمدی بول اُٹھے یہ بات تو بالکل صاف ہے' اس کا تو یہ مطلب ہے۔ آخر سوال کرنے والے نے چڑ کر کہا میں تو آپ کے امام سے مخاطب ہوں۔ اگر وہ جواب نہیں دے سکتے تو میں آپ سے گفتگو شروع کردیتا ہوں۔ یہ فقرہ اُس دوست نے اپنی سادگی یا بیوقوفی کی وجہ سے کہلوایا۔ کیونکہ عام آداب کے یہ خلاف ہے کہ کسی کی گفتگو میں دخل دیا جائے۔ یہ محض اعصابی کمزوری کی علامت ہوتی ہے۔ اور اس کے اتنے ہی معنے ہوتے ہیں کہ ایسا شخص اپنے جذبات کو دبا نہیں سکتا۔ ایسی دخل اندازی اس کے علم پر دلالت نہیں کرتی بلکہ اس کی کمزوری اور کم فہمی پر دلالت کرتی ہے۔ پس ہمیشہ اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ جب امام کی مجلس میں امام سے گفتگو ہورہی ہو تو سب کو خاموش ہوکر سامع کی حیثیت اختیار کرنی چاہیئے۔ اور کبھی اس میں دخل اندازی کرکے خود حصہ نہیں لینا چاہیئے سوائے اس صورت کے کہ خود امام کی طرف سے کسی کو کلام کرنے کی ہدایت کی جائے۔ مثلاً بعض دفعہ کوئی ضروری کام آپڑتا ہے' اس کیلئے مخاطب کرنا پڑتا ہے یا بعض دفعہ قرآن کی کسی آیت کی تلاش کیلئے اگر کوئی حافظِ قرآن ہوں تو ان سے آیت کا حوالہ پوچھنا پڑتا ہے۔ یا ہوسکتا ہے کہ کسی کو عیسائیت کی کتب کے حوالہ جات بہت سے یاد ہوں اور ضرورت پر اس سے کلام کرنی پڑے۔ ایسی حالتوں میں سامعین میں سے بھی بعض شخص بول سکتے ہیں مگر عام حالات میں دخل اندازی بالکل ناواجب ہوتی ہے۔ ہماری شریعت نے ان تمام باتوں کا لحاظ رکھا ہے چنانچہ خطبوں کے متعلق بھی رسول کریم ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ اس دوران کلام نہیں کرنی چاہیئے[1]۔ غرض جب امام سے گفتگو ہورہی ہو تو اس میں دخل نہیں دینا چاہیئے کیونکہ اس طرح یا تو بات ناقص اور ادھوری رہ جائے گی اور یا دشمن پر یہ اثر پڑے گا کہ شاید امام اس کا جواب نہیں دے سکتا اور معتقدین نے گھبراکر اس حملہ کو اپنی طرف منتقل کرلیا ہے پس ایک تو اس امر کا لحاظ

رکھنا چاہیئے۔

دوسرے اس امر کو مدنظر رکھنا چاہیئے کہ مُخاطِبْ اور مُخاطَبْ کا ایک تعلق ہوتا ہے۔ وہ آپس میں بعض دفعہ بعض مجبوریوں کی وجہ سے ایک رنگ کی شدت کا پہلو بھی اختیار کرلیتے ہیں یا اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ایسے موقع پر سامعین کو اپنے جذبات پر قابو رکھنا چاہیئے اور دوسرے کی گفتگو پر ہنسنا نہیں چاہیئے۔ کیونکہ گفتگو کا اصل مطلب تو یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کو ہدایت حاصل ہو۔ لیکن اگر گفتگو کے ضمن میں ایسا رنگ پیدا ہوجائے جس سے اس کے دل میں تعصّب پیدا ہوجانے کا خطرہ ہو' تو وہ مقصد حاصل نہیں ہوسکتا۔ میں نے دیکھا ہے نوجوان اور خصوصاً طالب علم' اگر بعض دفعہ کوئی ایسا جواب دیا جارہا ہو جو دوسرے کے کسی نقص کو نمایاں کرنے والا ہو' تو ہنس پڑتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ سائل سمجھتا ہے مجھے لوگوں کی نگاہ میں بیوقوف بنایا گیا۔ اور اُن کے ہنس پڑنے سے وہ خیال کرتا ہے کہ اس گفتگو کا مقصد مجھ پر ہنسی اُڑانا ہے' بات سمجھانا مدنظر نہیں۔ اس وجہ سے اس کے اندر نفسانیت کا جذبہ پیدا ہوجاتا اور حق کے قبول کرنے سے وہ محروم رہ جاتا ہے۔ پس جو لوگ ایسے موقع پر جبکہ امام کسی کو ہدایت دینے کی فکر میں ہوتا ہے' ہنس پڑتے ہیں وہ دراصل اس شخص کو ہدایت سے محروم کرنے کی فکر میں ہوتے ہیں۔ ان کے نزدیک ہنسی ایک معمولی چیز ہوتی ہے مگر جس پر ہنسی اُڑائی جاتی ہے' اس کے نزدیک خطرناک حملہ ہوتا ہے۔ پس دوستوں کو چاہیئے کہ اگر دورانِ گفتگو میں کوئی ایسا جواب دیا جائے جس سے ہنسی آسکتی ہو یا دوسرے کی کسی کمی کو نمایاں کرکے دکھایا جائے تو وہ اپنے جذبات کو دبائے رکھیں۔ جواب دینے والا تو مجبور ہے کہ وہ ایسے نمایاں طور پر کسی کا نقص بیان کرے کہ اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوجائے مگر ہنسنے والا اس مقصد پر پردہ ڈال دیتا اور سائل یہ سمجھنے پر مجبور ہوجاتا ہے کہ ان کا مقصد مجھے غلطی بتانا نہیں بلکہ بیوقوف بنانا ہے۔ رسول کریم ﷺ کے صحابہ کے متعلق ایک حدیث آتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب وہ رسول کریم ﷺ کی مجلس میں بیٹھتے تو یوں معلوم ہوتا کہ ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہیں ۲؎ ۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ سوالات نہیں کرتے تھے۔ ان سے زیادہ سوال کرنے والا ہمیں کوئی نظر نہیں آتا۔ حدیثیں ان کے سوالات سے بھری پڑی ہیں۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جب رسول کریم ﷺ کلام کررہے ہوتے تو وہ ہمہ تن گوش ہوجاتے۔ اور یوں معلوم ہوتا کہ گویا ان کے سروں پر

پرندے بیٹھے ہیں اگر انہوں نے ذرا حرکت کی تو پرندے اُڑ جائیں گے۔

تیسری چیز جس کو مدنظر رکھنا ضروری ہے یہ ہے کہ جو لوگ چند دنوں کیلئے عارضی طور پر باہر سے یہاں آتے ہیں ان کو آگے بیٹھنے کا زیادہ موقع دینا چاہیئے۔ میں ان لوگوں میں سے نہیں ہوں جو یہ سمجھتے ہیں کہ قادیان کے لوگ آگے نہ بیٹھا کریں بلکہ ان کے ایک حصہ کا آگے بیٹھنا ضروری ہوتا ہے۔ اور دوسرے حصہ میں سے اگر کوئی شخص کوشش کرکے آگے بیٹھتا اور اس طرح اپنے حق کو مقدم کرلیتا ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسے اس حق سے محروم کیاجائے۔ میں سمجھتا ہوں اگر کسی کو متواتر آگے بیٹھنے کا موقع ملتا رہے تو آخر میں وہ سست ہوجاتا ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص متواتر آگے بیٹھنے کے باوجود سُست نہیں ہوتا اور وہ ہمیشہ کوشش کرکے آگے جگہ حاصل کرتا ہے تو میں نہیں سمجھتا کہ محض اِس وجہ سے کہ وہ ہمیشہ آگے بیٹھا کرتا ہے' اُس کی محبت کو مسل دیا جائے اور اس کے جذبۂ اخلاص کی قدر نہ کی جائے۔ پس ہم ایسے لوگوں کی محبت کی قدر کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ رسول کریم ﷺ کے زمانہ کا واقعہ ہے غرباء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا یارسول اللہ! ہمیں ایک بڑی مشکل نظر آتی ہے۔ جب ہم جہاد کیلئے جاتے ہیں تو امراء بھی جہاد کیلئے چل پڑتے ہیں۔ جب روزوں کا وقت آتا ہے تو ہمارے ساتھ یہ بھی روزوں میں شریک ہوجاتے ہیں۔ جب نمازیں پڑھتے ہیں تو یہ بھی اخلاص سے نمازیں پڑھتے ہیں۔ مگر یارسول اللہ! جب چندہ دینے کا وقت آتا ہے تو ہم کچھ نہیں دے سکتے اور یہ ہم سے آگے نکل جاتے ہیں۔ اس وجہ سے ہمیں بڑی تکلیف ہے۔ اور ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ مال کی وجہ سے انہیں جو فوقیت حاصل ہے' اس کا ہم کیا جواب دیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا اس کا جواب یہ ہے کہ کہ ہر نماز کے بعد تینتیس تینتیس دفعہ سُبْحَانَ اللّٰہِ' اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اور چونتیس دفعہ اَللّٰہُ اَکْبَرُ پڑھ لیاکرو۔ یہ سَو دفعہ ذکر الٰہی ہوجائے گا اور بڑے ثواب کا موجب ہوگا۔ انہوں نے بڑے شوق سے اس پر عمل شروع کردیا۔ مگر چونکہ صحابہ میں سے ہر شخص نیکی کے حصول کیلئے کوشاں رہتا تھا۔ امراء کا کوئی ایجنٹ بھی وہاں موجود تھا۔ اس نے اُنہیں جاکر بتادیا کہ رسول کریم ﷺ نے یہ ذکر بتایا ہے اور انہوں نے بھی پڑھنا شروع کردیا۔ کچھ دنوں بعد پھر غرباء رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یارسول اللہ! یہ تو امراء نے بھی پڑھنا شروع کردیا۔ آپ نے فرمایا جب خدا کسی پر اپنا فضل نازل کرنا شروع کردے تو میں اسے کس طرح روک دوں سے -

باوجود اس کے کہ دولت انسان کو اعمال میں ست کردیتی ہے اگر وہ ست نہیں ہوتے' بلکہ تقویٰ اور اخلاص میں بڑھ رہے ہیں تو میں انہیں نیکی سے کس طرح محروم کرسکتا ہوں۔ اسی طرح باوجود اس کے کہ متواتر صحبت انسان کو ست کردیتی ہے اگر کوئی شخص اپنے اخلاص میں ترقی ہی کرتا چلا جاتا ہے تو کون ایسے شخص کو محروم کرسکتا ہے۔

پس میرا یہ منشاء نہیں کہ قادیان کے وہ مخلصین جو اپنے اوقات اور کاموں کا حرج کرکے اس مسجد میں نماز پڑھنے آتے ہیں جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے برکات کے وعدے کئے ہیں اور پھر اپنے امام کی مجلس میں حاضر ہوتے ہیں' انہیں محروم کردیا جائے۔ بلکہ میرا منشاء صرف یہ ہے کہ باہر سے آنے والوں کے حق کو نظرانداز نہ کیا جائے۔ اور اگر کبھی قادیان کے مخلصین باری باری اپنا حق بھی چھوڑ کر باہر کے لوگوں کو آگے بیٹھنے کا موقع دے دیا کریں تو میرے نزدیک یہ ان کیلئے ثواب کا موجب ہوگا۔ پھر ایک اور چیز بھی ہے جس سے یہ موقع نکالا جاسکتا ہے۔ بچوں کے متعلق رسول کریم ﷺ کا یہ حکم ہے کہ وہ پیچھے رہیں ؎۔ اس لحاظ سے سکولوں کے طالب علم جو چھوٹی عمر کے ہوں۔ اگر بعض دفعہ باہر سے آنے والے دوستوں کیلئے ان کو پیچھے بٹھاکر موقع نکالا جائے تو یہ بھی ایک طریق ہے جس سے فائدہ اُٹھایا جاسکتا ہے۔ مگر بچوں کے پیچھے بٹھانے کا بھی مَیں یہ مطلب نہیں سمجھتا کہ ان کے اندر اخلاص کا جو جذبہ پیدا ہورہا ہے اسے کُچل دیا جائے۔ پچھلے دنوں یہ طریق نکالا گیا تھا کہ میرے آنے پر چونکہ ہجوم زیادہ ہوجاتا ہے' اس لئے قطار باندھ کر مصافحہ کیا جائے اور کسی کو آگے بڑھنے نہ دیا جائے۔ میں نے مستقل طور پر اسے کبھی پسند نہیں کیا کیونکہ جب جذبات کو دبادیا جائے تو آہستہ آہستہ مُردنی پیدا ہوجاتی ہے۔ بچوں میں بھی اگر خلوص کے جذبات پیدا ہوں تو کوئی وجہ نہیں کہ ہم انہیں دبادیں۔ مگر یہ ایک ذریعہ ہے جس سے ہم دوسروں کیلئے موقع پیدا کرسکتے ہیں۔ بچے اور رنگ میں بھی فائدہ حاصل کرسکتے ہیں اور بوجہ قادیان میں مستقل رہنے کے ان کیلئے اور مواقع پیدا ہوسکتے ہیں۔ پس اگر باہر سے آنے والے لوگوں کیلئے رسول کریم ﷺ کے ایک ارشاد کے ماتحت بچوں کو پیچھے رکھا جائے۔ جبکہ اور موقعوں پر بھی وہ فائدہ اُٹھاسکتے ہیں تو اِس سے ان کے جذبات کو ٹھیس لگنے کا احتمال نہیں ہوسکتا۔

پھر ایک اور ہدایت اس موقع کے متعلق میں یہ دینا چاہتا ہوں کہ اسلام نے اجتماع کے موقعوں پر حفظان صحت کا خصوصیت سے خیال رکھا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ ابھی تک ہماری

جماعت نے اس طرف پوری توجہ نہیں کی- حفظانِ صحت کا خیال نہ صرف اپنی ذات کیلئے مفید ہوتا ہے بلکہ دوسروں پر بھی اس کا اچھا اثر پڑتا ہے- بعض لوگ مضبوط ہوتے ہیں اور کئی قسم کی بدعنوانیاں کرنے کے باوجود ان کی صحت میں نمایاں خرابی پیدا نہیں ہوتی- جس سے وہ خیال کرتے ہیں کہ چونکہ ان پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑا اس لئے دوسروں پر بھی کوئی خراب اثر ان کی وجہ سے پیدا نہیں ہوسکتا- حالانکہ دنیا میں سینکڑں نہیں ہزاروں آدمی ایسے ہوتے ہیں کہ جن کے اندر بیماریوں کے اثرات موجود ہوتے ہیں- اور اپنی قوت کی وجہ سے وہ ان کا اثر محسوس نہیں کرتے مگر ان سے ملنے والے ان کے اثرات سے متأثر ہوجاتے ہیں- یہی وجہ ہے رسول کریم ﷺ نے جمعہ اور عیدین کے موقع پر فرمایا کہ نہاکر آؤ' اچھے کپڑے پہن کر آؤ' خوشبو استعمال کرو اور ان امور کی تاکید کی ۵؎ - آپ خود ہمیشہ غسل کرتے اور دوسروں کو غسل کرنے کی تاکید فرماتے- خوشبو استعمال کرتے اور دوسروں کو خوشبو لگانے کی تاکید کرتے- حالانکہ جمعہ یا عیدین کے ساتھ غسل کی کوئی خصوصیت نہیں- ہر وقت انسان غسل کرسکتا ہے اور ہر وقت خوشبو استعمال کرسکتا ہے- جمعہ اور عیدین کے ساتھ غسل جو رکھا گیا ہے وہ محض اس لئے کہ ان موقعوں پر جبکہ اژدہام ہوتا ہے کئی لوگوں کو جلدی بیماریاں ہوتی ہیں' بعضوں کو کھجلی ہوتی ہے' بعضوں کو بغل گند کی شکایت ہوتی ہے' بعضوں کے ہاتھ یا منہ وغیرہ میں بیماری ہوتی ہے' مگر تازہ بتازہ غسل کے ساتھ کچھ عرصہ کیلئے اِس قسم کی بیماریاں دب جاتی ہیں- اور پاس بیٹھنے والے اتنی تکلیف محسوس نہیں کرتے جتنی دوسری صورت میں کرسکتے ہیں- یا مثلاً رسول کریم ﷺ نے فرمایاہے کہ مسجد میں گندنا ۶؎ ' پیاز اور لہسن وغیرہ ایسی چیزیں کھاکر مت آیا کرو- یہ چیزیں اپنی ذات میں مضر نہیں لیکن اِن کی بو سے دوسروں کو تکلیف ہوتی ہے- اور رسول کریم ﷺ نے فرمایاان کے کھانے سے فرشتے نہیں آتے ۷؎ - جس کے معنی یہ ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے بھائی کو تکلیف دیتا ہے تو خداتعالیٰ کے ملائکہ اس سے الگ ہوجاتے ہیں- یہ ایک مثال ہے جو رسول کریم ﷺ نے دی- ورنہ اگر کسی کو کوئی ایسی بیماری ہے جس سے بُو پیدا ہوتی ہے اور وہ اس کا وقتی علاج کرکے بھی مجلس میں نہیں آتا تو وہ بھی فرشتوں کی معیت سے محروم رہتا ہے- عام طور پر مَیں دیکھتا ہوں ہمارے ملک میں پچانوے فیصدی لوگوں کے منہ سے بدبُو آتی ہے- یہ بدبُو کسی بیماری کی وجہ سے نہیں ہوتی بلکہ محض اس بے احتیاطی کی وجہ سے ہوتی ہے کہ وہ کھانے کے بعد کُلّی نہیں کرتے- یا

درمیانی وقفوں میں اگر مٹھائی یا کوئی میوہ وغیرہ کھاتے ہیں تو اس کے بعد منہ کی صفائی نہیں کرتے- یا لمبے عرصہ تک خاموش رہنے اور منہ بند رکھنے کے بعد بھی منہ میں بدبو پیدا ہوجاتی ہے- ایسے لوگ بھی صفائی کی طرف توجہ نہیں کرتے- اور جب مجلس میں ایسے لوگوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہر ایک کی تھوڑی تھوڑی بُو مل کر ایسی تکلیف دہ چیز بن جاتی ہے کہ بیسیوں کمزور صحت والوں کو سردرد' نزلہ اور کھانسی وغیرہ کی شکایت ہوجاتی ہے-

اسلام نے ہمارے لئے ہر بات کے متعلق احکام رکھے ہیں- یہ احکام بیکاراور فضول نہیں بلکہ نہایت ضروری ہیں- اورانہی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مجموعہ کا نام اسلامی تمدن ہے- اسلامی تمدن نماز کا نام نہیں' روزے کا نام نہیں' زکوٰۃ کا نام نہیں بلکہ ان چھوٹے چھوٹے احکام کے مجموعہ کا نام ہے جو ایسا تغیر پیدا کردیتے ہیں کہ اس کی وجہ سے وہ سوسائٹی دوسری سوسائیٹیوں سے نمایاں اور ممتاز نظر آتی ہے- یورپین لوگ یوں تو صفائی کے بڑے پابند ہیں- مگر کھانا کھانے کے بعد منہ کی صفائی کرنے کے وہ بھی عادی نہیں- اور اس وجہ سے اگر ان کے اُن پوڈروں اور بوڈی کلون وغیرہ خوشبوؤں کو نکال دیا جائے جو وہ اپنے چہروں پر ملتے ہیں تو صاف طورپر ان کے منہ سے بدبو محسوس ہوتی ہے- اب چونکہ انہیں ہندوستانیوں سے ملنے کا موقع ملا ہے' اس لئے آہستہ آہستہ ان میں یہ احساس پیدا ہورہا ہے اور مجھے بھی بعض انگریزوں سے ملنے کا موقع ملا ہے میں نے دیکھا ہے کہ اب مسلمانوں سے مل کر وہ صفائی کے اس پہلو کو بھی سیکھ رہے ہیں- غرض مجلس میں آنے والوں کو یہ امور مدنظر رکھنے چاہئیں اگر کسی شخص کو بغل گند ہو یا اُس کے ہاتھوں کی انگلیاں خراب ہوں اور ان میں ایسی بُو ہو جو دوسروں کو ناگوار گزرے تو اسے چاہیئے کہ وہ ایسی صفائی کے بعد مجلس میں آئے جس سے اس کے اثر کو کم سے کم مُضر بنایا جاسکے- یوں تو اللہ تعالیٰ نے ہر مرض کا علاج پیدا کیا ہے لیکن اگر کسی کو علاج میسر نہیں آتا تو وہ عارضی صفائی کے بعد مجلس میں آیا کرے- پھر مجلس میں ان چیزوں کے بعد ایک اور چیز کی بھی ضرورت ہوتی ہے- میں نے دیکھا ہے کہ جب لوگ بیٹھتے ہیں تو ایسا تنگ حلقہ بناتے ہیں کہ اس میں سانس لینا مشکل ہوجاتا ہے- کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ مجلس میں زیادہ دیر بیٹھنے کو میرا جی چاہا مگر تنگ حلقہ کی وجہ سے تھوڑی ہی دیر میں مجھے سردرد ہوگیا اور میں اُٹھنے پر مجبور ہوگیا- اور بسااوقات میں صحت کے ساتھ مجلس میں بیٹھتا ہوں اور بیمار ہوکر اُٹھتا ہوں- ہر شخص اپنے اخلاص میں یہ خیال کرتا ہے کہ اگر میں ایک انچ

آگے بڑھ گیا تو کیا نقصان ہے۔ اور اس طرح ہر شخص کے ایک ایک انچ بڑھنے سے وہی مثال ہوجاتی ہے۔ جیسے کہتے ہیں کہ ایک شخص کو وہم کی بیماری تھی۔ وہ جب باجماعت نماز میں کھڑا ہوتا تو کہتا "چار رکعت نماز فرض پیچھے اس امام کے" اور پھر خیال کرتا کہ امام اور میرے درمیان تو کئی صفیں ہیں' نیت ٹھیک نہیں ہوئی۔ یہ خیال کرکے وہ بڑھتے بڑھتے پہلی صف میں آجاتا۔ اور امام کی طرف اشارہ کرکے کہتا پیچھے اس اِمام کے۔ آخر اس طرح بھی اس کی تسلی نہ ہوتی تو وہ امام کو ہاتھ لگا کر کہتا پیچھے اس امام کے۔ پھر بڑھتے بڑھتے اس کے وہم کی یہاں تک کیفیت ہوجاتی کہ وہ امام کو دھکّے دینے لگ جاتا اور کہتا جاتا پیچھے اس امام کے۔ ہر شخص مجلس میں آگے آنا چاہتا ہے اور خیال کرتا ہے کہ میرے ذرا سا آگے بڑھنے سے کیا نقصان ہوجائے گا۔ نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حلقہ نہایت ہی تنگ ہوجاتا ہے اور صحت پر اس کا بُرا اثر پڑتا ہے۔ مگر علاوہ اس کے کہ صحت کیلئے یہ مفید بات نہیں اس کا نتیجہ یہ بھی ہوتا ہے کہ زیادہ آدمی اس حلقہ سے فائدہ نہیں اُٹھاسکتے۔ مجھے ایسے حلقہ میں سخت تکلیف ہوتی ہے کیونکہ مجھے گلے اور آنکھوں کی ہمیشہ تکلیف رہتی ہے۔ پھر یہ حلقہ تو بڑی بات ہے میری تو یہ حالت ہے کہ اگر لیمپ کی بتی خفیف سی بھی اونچی رہے اور اس سے ایسا دُھواں نکلے جو نظر بھی نہ آسکتا ہو' تو مجھے شدید کھانسی اور نزلہ ہوجاتا ہے۔ ناک کی حِسّ اللہ تعالیٰ نے میری ایسی تیز بنائی ہے کہ میں دوسرے لوگوں کی نسبت کئی گُنے زیادہ بُو یا خوشبو محسوس کرلیتا ہوں۔ یہاں تک کہ جانوروں کے دودھ سے پہچان لیتا ہوں کہ انہوں نے کیا چارہ کھایا ہے۔ جس شخص کے ناک کی حِسّ اتنی شدید واقع ہو وہ اس قسم کی باتوں سے بہت زیادہ تکلیف محسوس کرتا ہے۔

ایک اور ادب مجلس کا یہ مدنظر رکھنا چاہیئے کہ جہاں تک ہوسکے مجلس کو مفید بنانا چاہیئے۔ اور خصوصاً جو باہر سے دوست آئیں اُنہیں چاہیئے کہ اپنی مشکلات پیش کرکے میرے خیالات معلوم کرنے کی کوشش کیا کریں۔ بہت لوگ خیال کرتے ہیں کہ شاید یہ بے ادبی ہے مگر میں انہیں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ بے ادبی نہیں بلکہ مجلس کو مفید بنانا ہے۔ میں نے دیکھا ہے بسااوقات مجلس میں دوست خاموش بیٹھے رہتے ہیں اور مَیں بھی خاموش بیٹھا رہتا ہوں۔ میری اپنی طبیعت ایسی ہے کہ میں گفتگو شروع نہیں کرسکتا۔ اس مقام کے لحاظ سے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا ہے میں کوشش کرتا ہوں کہ بولوں مگر طبیعت کی اُفتاد ایسی ہے کہ کوشش کے باوجود میں کلام شروع نہیں کرسکتا۔ اور جب کوئی شخص سوال کرے تبھی میرے لئے گفتگو کا

راستہ کھلتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں جو دوست باہر سے آیا کرتے تھے، وہ مشکل مسائل حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پوچھا کرتے اور اس طرح گفتگو کا موقع ملتا رہتا تھا۔ اور بعض دوست تو عادتاً بھی کرلیا کرتے اور جب بھی وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں بیٹھتے کوئی نہ کوئی سوال پیش کردیا کرتے۔ مجھے ان میں سے دو شخص جو اس کام کو خصوصیت سے کیا کرتے تھے اچھی طرح یاد ہیں۔ ایک میاں معراج دین صاحب عمر جو آج کل قادیان میں ہی رہتے ہیں اور دوسرے میاں رجب الدین صاحب جو خواجہ کمال الدین صاحب کے خسر تھے۔ مجھے یاد ہے مجلس میں بیٹھتے ہی یہ سوال کردیا کرتے کہ حضور فلاں مسئلہ کس طرح ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس مسئلہ پر تقریر شروع فرمادیتے۔ تو جو دوست باہر سے آتے ہیں انہیں چاہیئے کہ وہ اپنے مطالب پیش کرنے کے علاوہ مشکل مسائل دریافت کیا کریں تاکہ مجلس زیادہ سے زیادہ مفید ہو اور ان کے علاوہ دوسروں کو بھی فائدہ پہنچے۔ میں نے بتایا ہے کہ اول تو میری عادت ہے کہ میں گفتگو شروع نہیں کرسکتا۔ لیکن اگر میں کبھی نفس پر زور دے کر گفتگو شروع بھی کردوں تو بھی مجھے کیا معلوم ہوسکتا ہے کہ کسی کو کیا مشکلات درپیش ہیں۔ گو ایسا بھی ہوتا ہے کہ بسااوقات اللہ تعالیٰ القاء اور الہام کے ذریعہ زبان پر ایسی گفتگو جاری کردیتا ہے کہ جو اس وقت کی مجلس کے مطابق ہو۔ مگر پھر بھی کئی خیالات ایسے ہوسکتے ہیں جن کے متعلق کوئی شخص چاہتا ہو کہ وہ مجھ سے ہدایت لے لیکن سوال نہ کرنے کی وجہ سے وہ اس سے محروم رہے۔ پس باہر سے آنے والوں کو چاہیئے کہ وہ اس تبلیغی زمانہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے ایسے سوالات پوچھا کریں جن کے جوابات سے عام لوگوں کو فائدہ پہنچے۔ مگر ایک چیز ہے جس کا خیال رکھنا چاہیئے اور وہ یہ کہ بعض لوگ سوال تو کرتے ہیں مگر ان کی غرض یہ نہیں ہوتی کہ مجھ سے کچھ سنیں بلکہ یہ ہوتی ہے کہ اپنی سنائیں۔ بعض مبلغین میں بھی یہ عادت پائی جاتی ہے۔ جب وہ میرے پاس آتے ہیں تو وہ شروع سے آخر تک مباحثہ کی روئداد سنانا شروع کردیتے ہیں۔ اور کہتے ہیں اس نے یہ اعتراض کیا میں نے یہ جواب دیا اس نے فلاں اعتراض کیا میں نے فلاں جواب دیا۔ اور اس ذریعہ سے وہ اپنی گفتگو کو اتنا لمبا لے جاتے ہیں کہ وہ ملال پیدا کرنے والا طُول بن جاتا ہے اور پھر لوگوں کو بھی غصہ آتا ہے کہ یہ اپنی بات کیوں ختم نہیں کرتے۔ جو لوگ میرے پاس آتے ہیں ان کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مجھ سے کچھ سنیں یہ نہیں ہوتی کہ دوسروں

کی سنیں- اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بعض لوگوں کی طرف سے خلاف آداب حرکات سرزد ہوجاتی ہیں- مثلاً یہی کہ کہتے ہیں جَزَاکَ اللّٰہُ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ بس کریں اب ہم سے زیادہ باتیں نہیں سنی جاتیں- مگر وہ بھی اپنی طبیعت کے ایسے پختہ ہوتے ہیں کہ جَزَاکَ اللّٰہُ پر خوش ہوکر اور زیادہ باتیں سنانے میں مشغول ہوجاتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ یہ جَزَاکَ اللّٰہُ تعریف کیلئے نہیں بلکہ گفتگو بند کرانے کیلئے کہا گیا ہے-

پس یہ ایک مرض پیدا ہورہا ہے جس کی طرف میں توجہ دلاتا ہوں لوگ میری وجہ سے یہ تو دوسرے کو نہیں کہہ سکتے کہ چُپ کرو اور میں بھی حیا کی وجہ سے کچھ نہیں کہہ سکتا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایسے اشاروں میں انہیں بات کہی جاتی ہے جو گرے ہوئے اخلاق پر دلالت کرتے ہیں- انہیں چاہیئے کہ وہ بجائے اس کے کہ اپنی گفتگو سنائیں جو وہ پوچھنا چاہتے ہوں پوچھیں- پچھلے ایام میں مَیں ایک جگہ گیا وہاں بہت سے دوست میرے ملنے کیلئے جمع ہوگئے- مگر دو گھنٹہ تک ایک شخص مجھے اپنا مباحثہ ہی سناتا رہا اور آخر رات کے ساڑھے گیارہ بجے کے قریب اُس کی گفتگو ختم ہوئی- مگر اُس وقت اتنا وقت گزر چکا تھا کہ میں بھی اُٹھ کھڑا ہوا اور دوست بھی جو میری باتیں سننے کیلئے آئے تھے چلے گئے- وہ اِس سارے عرصہ میں یہی سناتے رہے کہ اس نے یوں کہا میں نے یوں جواب دیا پھر اس نے یہ کہا میں نے یہ کہا- حالانکہ مباحثات کی تفصیل کی مجھے ضرورت نہیں ہوتی اور گو دوسروں کو ضرورت ہو بھی مگر وہ محبت اور اخلاص کی وجہ سے میری باتیں سننے کے مشتاق ہوتے ہیں اور وہ سمجھتے ہیں کہ دوسروں سے باتیں سننے کیلئے کافی اوقات ہیں- پس گفتگو ایسے رنگ میں ہونی چاہیئے کہ دوستوں کا اصل مقصد یعنی یہ کہ وہ میری باتیں سننے کیلئے آتے ہیں کسی طرح فوت نہ ہوجائے اور وقت ضائع نہ ہو- اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت کو ایسا بنایا ہے کہ لمبی چوڑی فلسفیانہ تقریریں اس پر وہ اثر پیدا نہیں کرتیں جو اخلاص سے کہی ہوئی ایک چھوٹی سی بات کرجاتی ہے- گھروں میں روزانہ دیکھا جاتا ہے- بعض اوقات بچہ ضِدّ میں آکر ایک بات نہیں مانتا' ہزاروں دلائل دو وہ کچھ نہیں سنتا لیکن جب ماں کہے بیٹا یوں کرنا اچھا نہیں ہوتا تو وہ فوراً سمجھ جاتا ہے- اس پر غیر کی زبردست دلیلیں اثر نہیں کرتی مگر ماں کا یہ فقرہ کہ ایسا کرنا اچھا نہیں ہوتا فوراً اثر کرجاتا ہے- اسی طرح لوگوں کے سامنے اخلاص ہوتا ہے وہ دوسروں کی فلسفیانہ تقریریں سننا پسند نہیں کرتے بلکہ اپنے امام کے منہ سے چند سادہ کلمات سننا چاہتے ہیں اور یہ محبت کے کرشمے ہیں-

جب تک اور جس سے اخلاص اور محبت ہوگی اس کی سادہ بات بہ نسبت دوسروں کی لمبی فلسفیانہ تقریر کے بڑا اثر کرے گی- پس مجلس کو زیادہ سے زیادہ مفید بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے اور وقت ضائع نہیں کرنا چاہیئے- پھر یہ بات بھی مدنظر رکھنی چاہیئے کہ میری مجلس میں جیسا کہ میں بتاچکا ہوں ہر قسم کے لوگ آتے ہیں- عالم بھی آتے ہیں اور جاہل بھی اور بعض دفعہ پاگل بھی آتے ہیں- چنانچہ کئی دفعہ ایسا ہوا ہے کہ ایک پاگل شخص آیا ہے اور اس نے مجھے اپنی باتیں سنانی شروع کردیں- میں سمجھتا ہوں کہ ایسے لوگوں کا ایک ہی جواب ہوتا ہے اور وہ یہ کہ خاموشی سے وقت گزار دیا جائے- مگر دوسرے لوگ چونکہ اس امر کو نہیں سمجھتے اس لئے بعض دفعہ وہ بیچ میں آکُودتے ہیں- اور سمجھتے ہیں کہ ہماری مدد کی ضرورت ہے- یہ دماغی خلل والے کئی لوگ میرے پاس آتے ہیں اور اس قسم کے سوال کرتے ہیں جن کے متعلق وہ خیال کرتے ہیں کہ وہ معقول ہیں مگر مَیں ان کی دماغی حالت کو جانتا ہوں- پس میں مختصر جواب دے دیتا ہوں یا خاموش رہتا ہوں اور جب وہ تکرار کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں میں نے سن لیا' اس پر غور کروں گا- مگر ناواقف آدمی دخل دے دیتا ہے اور اس طرح بات کو خراب کردیتا ہے-

اسی طرح میں سمجھتا ہوں ایک مصافحوں والا معاملہ بھی ہے- باہر سے آنے والے دوست جن کو یہاں آنے کا بار بار موقع نہیں ملتا یا جمعہ کے موقع پر جبکہ مقامی لوگوں میں سے ایسے بھی ہوتے ہیں جنہیں ہفتہ بھر ملنے کا اور کوئی موقع نہیں ملا ہوتا' مجھ سے مصافحہ کرتے ہیں اور ان کیلئے مصافحہ کی معقولیت میری سمجھ میں آسکتی ہے- کیونکہ مصافحہ قلوب میں وابستگی اور پیوستگی پیدا کرتا ہے اور یہ معمولی چیز نہیں- بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ عیدین وغیرہ مواقع پر صحابہؓ خصوصیت سے رسول کریم ﷺ کے ساتھ مصافحہ کیا کرتے- مگر مجھے شبہ ہے کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ہر نماز کے وقت مصافحہ کرنا دینی ضرورتوں میں سے کوئی ضرورت ہے- بعض لوگ محبت میں گداز ہوتے ہیں میں ان کو الگ کرتا ہوں' کیونکہ ان پر کوئی قانون جاری نہیں ہوسکتا- میں نے دیکھا ہے بعض لوگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں سارا سارا دن اس کھڑکی کے سامنے بیٹھے رہتے جس سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام باہر آیا کرتے تھے- اور جب باہر آتے تو وہ آپ سے مصافحہ کرتے یا آپ کے کپڑوں کو ہی چھُو لیتے- ایسے لوگ محبت کی وجہ سے مجبور ہوتے ہیں- مگر مجھے شبہ ہے کہ

بعض لوگ دوسروں کو دیکھ کر یہ سمجھتے ہیں کہ ہر وقت مصافحہ کرنا ضروری ہے- مصافحہ کا اصل وقت تو وہ ہوتا ہے جب کوئی شخص باہر جارہا ہو یا باہر سے آیا ہو- یا ساتویں آٹھویں دن اس لئے مصافحہ کرے کہ تا دعاؤں میں اسے یاد رکھا جائے اور اس کا تعارف قائم رہے یا کسی بیمار نے بیماری سے شفا پائی ہو تو وہ یہ بتانے کیلئے مصافحہ کرے کہ اب وہ اچھا ہوگیا ہے یہ اور چیز ہے- مگر بِالالتزام بغیر اس کے کہ نفس اس مقام پر پہنچا ہوا ہو کہ انسان مصافحہ کرنے پر مجبور ہوجائے دوسروں کو دیکھ کر یہ کام کرنا کوئی پسندیدہ امر نہیں- مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰ ۃ والسلام کے زمانہ میں قاضی سید امیر حسین صاحب مرحوم کہ جو میرے استاد بھی تھے بوجہ اس کے کہ وہ اہلحدیث میں سے آئے تھے بعض مسائل میں اختلاف تھا- ایک دفعہ یہ سوال زیر بحث تھا کہ مجلس میں کسی بڑے آدمی کے آنے پر کھڑا ہونا جائز ہے یا نہیں- قاضی سید امیر حسین صاحب فرمایا کرتے تھے کہ یہ شرک ہے- اور رسول کریم ﷺ نے اس سے منع فرمایا ہے- آخر یہ جھگڑا اتنا طُول پکڑ گیا کہ اسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے پیش کیا گیا- اُس وقت یہ سوال ایک رُقعہ پر لکھا گیا اور میں رُقعہ لے کر اندر گیا- اس وقت اگرچہ میں طالب علم تھا مگر چونکہ مذہبی باتوں سے مجھے بچپن سے ہی دلچسپی رہی ہے اس لئے میں ہی وہ رُقعہ اندر لے گیا- حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے جواب میں زبانی کہا یا تحریر کیا مجھے اچھی طرح یاد نہیں- خیال یہی آتا ہے کہ آپ نے تحریر فرمایا کہ دیکھو وفات کے موقع پر کوئی ایسی حرکت کرنا جیسے دو ہتڑ مارنا شریعت نے سخت ناجائز قرار دیا ہے- لیکن جہاں تک مجھے خیال ہے روایت تو صحیح یاد نہیں- آپ نے غالبًا حضرت عائشہؓ کا ذکر کیا کہ رسول کریم ﷺ کی وفات کے موقع پر انہوں نے بے اختیار اپنے سینہ پر ہاتھ مارا۔[۸] یہ روایت لکھ کر آپ نے تحریر فرمایا کہ ایک چیز ہوتی ہے تکلّف اور بناوٹ- اور ایک چیز ہوتی ہے جذبۂ بے اختیاری- جو امر جذبۂ بے اختیاری کے ماتحت ہو اور ایسا نہ ہو جو نصِّ صریح سے ممنوع ہو بعض حالتوں میں وہ جائز ہوتا ہے اور وہاں یہ دیکھا جائے گا کہ یہ فعل کرنے والے نے کس رنگ میں کیا- سجدہ تو بہرحال منع ہے خواہ کسی جذبہ کے ماتحت ہو مگر بعض افعال ایسے ہوتے ہیں کہ وہ بعض صورتوں میں تکلّف اور بعض صورتوں میں جذبۂ بے اختیاری کے ماتحت صادر ہوتے ہیں- اس کے بعد آپ نے تحریر فرمایا کہ اگر کوئی شخص اس لئے کھڑا ہوتا ہے کہ ایک بڑے آدمی کے آنے پر چونکہ باقی لوگ کھڑے ہیں اس لئے میں بھی کھڑا ہو

جاؤں تو وہ گنہگار ہو گا- مگر وہ جو بے قرار ہو کر کھڑا ہو جاتا ہے جیسے معشوق جب عاشق کے سامنے آئے تو وہ اس کیلئے کھڑا ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا' اس پر گرفت نہیں- قاضی سید امیر حسین صاحب مرحوم نہایت ہی مخلص احمدی تھے- میں نے ان سے بہت عرصہ پڑھا ہے وہ احمدیت کے متعلق اپنے اندر عشق کا جذبہ رکھتے تھے- مجھے یاد ہے میری خلافت کے ایام میں ایک دفعہ جب میں مسجد میں آیا تو قاضی صاحب بھی بیٹھے ہوئے تھے مجھے دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے میں نے کہا قاضی صاحب! آپ تو کسی کی تعظیم کے لئے کھڑا ہونا شرک قرار دیا کرتے تھے کہنے لگے- "کی کراں میں سمجھدا تے ایہی ہاں پر دیکھدے ہی کچھ ہو جاندا ہے رہیا جاندا ہی نہیں"- یعنی کیا کروں میں سمجھتا تو یہی ہوں- لیکن آپ کو دیکھ کر ایسا جذبہ طاری ہوتا ہے کہ میں بیٹھا نہیں رہ سکتا- تو حالات کے مختلف ہونے اور جذبات کی بے اختیاری کی وجہ سے حکم بدلتے رہتے ہیں- میں سمجھتا ہوں مصافحہ بھی اسی رنگ کی چیز ہے جب مصافحہ رسم و رواج کے ماتحت ہو یا دکھاوے کے طور پر یا اس لئے ہو کہ شاید یہ شرعی احکام میں سے ہے یا اخلاص کے اظہار کا یہ بھی کوئی ذریعہ ہے تو اس کا کوئی فائدہ نہیں- لیکن جب کوئی دیر سے ملتا ہے اور چاہتا ہے کہ بتلائے کہ میں آگیا ہوں یا بیمار چاہتا ہے کہ میں بتاؤں مجھے صحت ہو گئی ہے- یا کوئی اس لئے مصافحہ کرتا ہے کہ تادعاؤں میں وہ یاد رہ سکے تو ایسے موقعوں پر مصافحہ ایک نہایت ہی مفید مقصد کو پورا کر رہا ہوتا ہے- مگر دوسرے اوقات میں وہ بعض دفعہ وقت کو ضائع کرنے والا بھی ہو جاتا ہے-

یہ چند باتیں ہیں جو میں نے کہی ہیں اور کچھ باتیں اِس وقت بھول بھی گئی ہیں اور بعض ممکن ہے ابھی اور بھی بیان کرنے والی ہوں' انہیں پھر بیان کروں گا- لیکن یہ تمام باتیں اپنی اپنی جگہ بہت سے مفید مقاصد رکھتی ہیں جماعت کو چاہیئے کہ انہیں مدنظر رکھے- مجالس کو کُھلا رکھنا چاہیئے' قرآن کریم سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ ضروری ادب ہے اور اس کے بہت سے فائدے ہیں یہی فائدہ نہیں کہ دوسروں کو جگہ مل جائے گی اور صحت پر اس کا خوشگوار اثر پڑے گا بلکہ اور بھی باریک روحانی مطالب پر مشتمل فوائد ہیں اور یہ مختصر خطبہ ان کا حامل نہیں ہو سکتا- اسی طرح کھڑکیوں کو کُھلا رکھنا چاہیئے جسم اور گھروں کی صفائی کا خیال رکھنا چاہیئے- اور مجلس میں خوشبو لگا کر آنا چاہیئے- بدبودار چیزیں کھا کر اجتماع کے موقعوں پر نہیں آنا چاہیئے اور بدبودار چیزیں ہی نہیں اگر کسی کو کوئی بغل گند وغیرہ کی بیماری ہو تو اچھی طرح صفائی کرکے

آئے۔ مجلس کو مفید بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے۔ مشکل مسائل درپیش ہوں تو ان کے متعلق سوال کرنا چاہیئے۔ جب گفتگو ہو رہی ہو تو اس وقت دخل نہیں دینا چاہیئے اور کسی کی غلطی معلوم کرکے اس پر ہنسنا نہیں چاہیئے۔ ان باتوں پر عمل کرنے سے مجلس میں برکت ہوتی، تعلقات مضبوط ہوتے اور فائدہ زیادہ ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ باتیں نہ ہوں تو صحت کے خراب ہونے کے خیال سے یا وقت کے ضائع ہونے کے خطرہ سے طبیعت میں اس امر پر بشاشت پیدا نہیں ہوتی کہ مجلس میں بیٹھا جائے۔ میں امید کرتا ہوں کہ ہمارے دوست آئندہ مجالس میں ان امور کو مدنظر رکھیں گے۔

(الفضل ۲۷- اپریل ۱۹۳۳ء)

۱؎ بخاری کتاب الجمعة باب الانصات یوم الجمعة والامام یخطب،
ابن ماجہ کتاب اقامة الصلوٰة باب ماجاء فی الاستماع للخطبة والانصات

۲؎ بخاری کتاب الجھاد باب فضل النفقة فی سبیل اللّٰہ

۳؎ مسلم کتاب الصلوٰة باب استحباب الذکر بعدالصلوٰة و بیان صفتہٖ

۴؎ ابوداؤد کتاب الصلوٰة باب مقام الصبیان من الصف

۵؎ بخاری کتاب الجمعة باب الدھن للجمعة

۶؎ گندنا: ایک ترکاری کا نام جو لہسن سے مشابہ ہوتی ہے

۷؎ مسلم کتاب المساجدو مواضع الصلوٰة باب نھی من اکل ثومًااو بصلاً او کراثًااو نحوھا

۸؎ طبقات ابن سعد جلد۲ صفحہ ۲۶۲ دار صادر بیروت